Journal of World Religions and Interfaith

ISSN: 2958-9932 (Print), 2958-9940 (Online)

Vol. 4, Issue 2, Spring (July-December) 2025, PP. 61-72

HEC Recog. no. 2(27)HEC/R&ID/RJ/24/630, Date: 16/4/2025

HEC:https://www.hec.gov.pk/english/services/faculty/journals/Documents/List%20of%20national%20journals%20on%20web-1.pdf

Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih

Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/issue/view/278

Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/4306

Publisher: Department of World Religions and Interfaith Harmony, the Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Title Consultation with Women in the Political and Social Affairs of the Fatimid Caliphs and Its Impacts

Author (s): Fatima Gulzar, Muhammad Riaz Mahmood
Department of Islamic Thought, History and Culture, Allama Iqbal Open University, Islamabad, Pakistan

Received on: 16 December, 2025
Accepted on: 22 December, 2025
Published on: 22 December, 2025

Citation: Gulzar, Fatima, Muhammad Riaz Mahmood (2025). Consultation with Women in the Political and Social Affairs of the Fatimid Caliphs and Its Impacts. *Journal of World Religions and Interfaith Harmony*, *4*(2), 61–72. Retrieved from https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/4306

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Journal of World Religions and Interfaith Harmony by the Department of World Religions and Interfaith Harmony is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

JWRIH 04:02 (2025) pp. 61-72 ISSN: 2958-9932

Consultation with Women in the Political and Social Affairs of the Fatimid Caliphs and Its Impacts

فاطمی خلفاء کی سیاسی وسماجی امور میں خواتین سے مشاورت اور اس کے اثرات

Fatima Gulzar (Corresponding)
PhD Research Schloar
Department of Islamic Thought, History and Culture
Allama Iqbal Open University, Islamabad, Pakistan
fatimagulzar86@gmail.com

Muhammad Riaz Mahmood
Associate Professor
Department of Islamic Thought, History and Culture
Allama Iqbal Open University, Islamabad, Pakistan
riaz.mahmood@aiou.edu.pk

Abstract
This article explores the pivotal role of women in the political and social spheres of the Fatimid Caliphate (909–1171 AD). Challenging the conventional narratives of medieval Islamic history, it highlights how women, particularly those of the royal household like Sitt al-Mulk, Rasad, and Queen Arwa al-Sulayhi, exercised significant influence over state affairs. The study delves into the mechanisms of consultation employed by Fatimid Caliphs, revealing that women were active participants in decision-making, succession planning, and diplomatic relations. It examines the cultural and architectural contributions fostered by these women, asserting their impact on the distinct Fatimid identity. The article further analyzes the consequences of such involvement, arguing that while it largely contributed to stability and cultural efflorescence, unchecked interference occasionally led to internal strife. Ultimately, the research underscores the contemporary relevance of the Fatimid model, suggesting that the inclusion of women in governance and social leadership is not a modern novelty but a rooted historical precedent in Islamic civilization, offering valuable insights for gender roles in modern Muslim societies.

Keywords: *Governance, Islamic History, Islamic Civilization, Social Leadership, Women, Politics*

موضوع تحقیق کا تعارف

تاریخ اسلام کے اوراق پلٹیں تو فاطمی سلطنت (909ء-1171ء) اپنی منفرد مذہبی، سیاسی اور سماجی روایات کی بنا پر ایک الگ اور ممتاز مقام رکھتی ہے۔ یہ وہ دور تھا جب شمالی افریقہ سے لے کر مصر اور شام تک ایک ایسی حکومت قائم ہوئی جس نے نہ صرف بغداد کی عباسی خلافت کو چیلنج کیا بلکہ تہذیب وتمدن کے نئے باب بھی رقم کیے۔ فاطمی دور کی سب سے نمایاں اور حیران

کن خصوصیت اس دور کی خواتین کا بااختیار ہونا اور ریاستی امور میں ان کی بھرپور شمولیت تھی۔ یہ خواتین محض محلات کی زینت نہیں تھیں بلکہ انہوں نے پردے کے پیچھے رہ کر بھی سلطنت کی باگ ڈور سنبھالی، خلفاء کو اہم ترین سیاسی و سماجی امور میں مشورے دیے اور بسااوقات تو ریاست کی بقا کا انحصار انہی کے فیصلوں پر رہا۔ اس موضوع کا انتخاب اس لیے بھی اہم ہے کہ عام طور پر قرونِ وسطیٰ کی تاریخ میں خواتین کے کردار کو نظر انداز کیا جاتا رہا ہے، لیکن فاطمی دور اس تصور کو رد کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ اس عہد میں خواتین کو سیاسی شعور اور فیصلہ سازی میں کس قدر عمل دخل حاصل تھا۔[1]

فاطمی خلفاء کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد ہیں، اسی نسبت سے انہوں نے اپنی سلطنت کا نام "دولت فاطمیہ" رکھا۔ شاید یہی وہ بنیادی مذہبی اور نفسیاتی تعلق تھا جس نے اس دور میں خواتین کے احترام اور مرتبے کو بلند کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اسماعیلی عقائد کے مطابق امام (خلیفہ) کا خاندان ایک مقدس حیثیت رکھتا تھا، جس کی وجہ سے خلیفہ کی ماں، بیوی، بہن اور بیٹی کو بھی "اہل بیت" کے دائرے میں شامل سمجھا جاتا اور انہیں غیر معمولی اختیارات سونپے جاتے۔[2] فاطمی دور میں خواتین کا کردار محض گھریلو ذمہ داریوں تک محدود نہیں تھا بلکہ وہ سفارت کاری، مذہبی تبلیغ (دعوت) اور ریاستی انتظام وانصرام میں بھی پیش پیش تھیں۔

اس تحقیق میں تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے کہ فاطمی محلات کی ان خواتین نے کس طرح سیاسی مشاورت کے عمل میں کلیدی حصہ لیا، پیچیدہ سفارتی تعلقات قائم کیے اور سماجی بہبود کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس مقالہ میں یہ واضح کیا گیا ہے کس طرح ان خواتین نے پردہ نشینی کی روایات اور سماجی حدود کے باوجود ریاستی نظم ونسق، وزراء کے تقرر و تبادلے اور اہم پالیسی سازی میں اپنی گرفت مضبوط رکھی۔ یہ مقالہ ان تاریخی حقائق سے پردہ اٹھاتا ہے کہ کس طرح "ست الملک" اور "ملکہ رصد" جیسی بااثر خواتین نے بحرانی کیفیت اور اقتدار کی کشمکش کے دوران ریاست کو سنبھالا اور ان نازک لمحات میں جب تخت و تاج خطرے میں تھے، انہوں نے اپنی انتظامی صلاحیتوں اور سیاسی تدبر سے سلطنت کو بکھرنے سے بچایا۔ ان کے صائب مشوروں نے کئی بار فاطمی سیاست کا رخ موڑ دیا اور یہ ثابت کیا کہ بحرانی حالات میں خواتین کی قوت فیصلہ اور انتظامی شعور کسی بھی طرح مرد حکمرانوں سے کم نہیں تھا۔ اس کے علاوہ، یمن کی ملکہ اروىٰ الصلیحی کے ساتھ فاطمی خلفاء کے روابط اور مشاورت کا بھی تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ فاطمی خواتین اور ان کی ہم عصر حلیف خواتین کا اثر ورسوخ صرف مصر تک محدود نہیں تھا بلکہ وہ دور دراز کے علاقوں میں بھی مذہبی اور سیاسی قیادت کے فرائض انجام دے رہی تھیں۔ اس تحقیق کا بنیادی

---

[1] عزالدین ابن الأثیر، **الکامل فی التاریخ** (بیروت: دار صادر، 1965ء)، 8:124۔

[2] حسین، محمد کامل، **أدب مصر الفاطمیۃ** (قاہرہ: منشورات دار الفکر العربی، 1970ء)، 21-37۔

مقصد عصر حاضر میں یہ ثابت کرنا ہے کہ اسلامی تاریخ میں خواتین کا کردار محض خاموش تماشائی یا پس پردہ رہنے والی ہستیوں کا نہیں تھا، بلکہ وہ فعال قائدانہ صلاحیتوں کا مظہر رہی ہیں اور فاطمی دور اس بااختیار نسوانی کردار کی ایک بہترین اور روشن مثال پیش کرتا ہے۔

عہد فاطمی کی تہذیبی اہمیت

عہد فاطمی کو اسلامی تہذیب و تمدن کا ایک سنہرا دور کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ فاطمیوں نے جب 969ء میں مصر فتح کیا اور قاہرہ کی بنیاد رکھی، تو انہوں نے اسے صرف ایک سیاسی دارالحکومت نہیں بلکہ علم، فن اور ثقافت کا ایک عظیم مرکز بنا دیا۔ ان کی تہذیبی خدمات کا سب سے بڑا ثبوت "جامعہ الازہر" کا قیام ہے، جو آج بھی اسلامی دنیا کی قدیم ترین اور اہم ترین درسگاہ مانی جاتی ہے۔ فاطمیوں نے علم کے فروغ کے لیے بیت الحکمت جیسے ادارے قائم کیے جہاں فلسفہ، طب، فلکیات اور مذہبی علوم پر تحقیق کی جاتی تھی۔ اس دور کی تہذیبی اہمیت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ یہاں کتب خانوں کا ایک منظم سلسلہ قائم تھا اور خلفاء ذاتی طور پر علماء، شعراء اور ادیبوں کی سرپرستی کرتے تھے۔ یہ وہ دور تھا جب مصر کی خوشحالی اور تمدنی ترقی نے بغداد اور قرطبہ جیسے شہروں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا تھا۔[3]

فاطمی تہذیب کی ایک خاص بات ان کی "رواداری" تھی، جس میں عیسائیوں اور یہودیوں کو بھی اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھانے کا موقع ملا اور انہوں نے ریاست کے اعلیٰ عہدوں تک رسائی حاصل کی۔ مذہبی رواداری کا یہ ماحول خواتین کے سماجی کردار پر بھی اثر انداز ہوا۔ غیر مسلم خواتین، جیسے کہ خلیفہ العزیز باللہ کی مسیحی بیوی نے بھی ریاستی امور میں اہم کردار ادا کیا اور اپنے ہم مذہب لوگوں کے حقوق کے لیے آواز اٹھائی۔ اس دور میں سماجی سطح پر خواتین کو جو آزادی اور احترام حاصل تھا، وہ دیگر معاصر معاشروں میں کم ہی نظر آتا ہے۔ فاطمی تہذیب میں آرٹ اور فنِ تعمیر کو بھی عروج حاصل ہوا اور اس میں بھی خواتین کا ذوق شامل تھا۔ محلات کی آرائش، قیمتی ملبوسات کی تیاری اور زیورات کے ڈیزائن میں شاہی خواتین کی پسند کو اہمیت دی جاتی تھی۔ کئی مساجد اور عوامی عمارتوں کی تعمیر ان خواتین کی سرپرستی میں ہوئی، جو آج بھی فاطمی فن تعمیر کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔[4]

[3]Farhad Daftary, The Isma'ilis: Their History and Doctrines, (Cambridge: Cambridge University Press, 2007), 150.

[4] تقی الدین احمد المقریزی، **اتعاظ الحنفا باخبار الائمۃ الفاطمیین الخلفا**، تحقیق۔ محمد جمال الدین (قاہرہ: المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ، 1996ء)، 1:285۔

اس دور کی تہذیبی زندگی میں خواتین کا حصہ بھی انتہائی اہم اور نمایاں تھا۔ اسماعیلی دعوت کے نظام میں خواتین کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی جاتی تھی۔ "مجالس الحکمت" کے نام سے ایسی علمی نشستیں منعقد کی جاتی تھیں جن میں خواتین کو بھی شریک ہونے کی اجازت تھی اور بعض اوقات خواتین کے لیے الگ سے ایسی مجالس کا اہتمام کیا جاتا تھا جہاں وہ مذہبی اور دنیاوی علوم سیکھ سکتی تھیں۔ یہ ایک انقلابی قدم تھا جس نے خواتین کے اندر شعور اور آگہی پیدا کی۔ تعلیم یافتہ خواتین نہ صرف مذہبی معاملات میں رائے دیتی تھیں بلکہ ادبی اور سماجی حلقوں میں بھی ان کا اثر و رسوخ تھا۔ اسماعیلی داعیوں کے ذریعے یہ تعلیمات دور دراز علاقوں تک پھیلائی جاتی تھیں اور خواتین بھی اس تبلیغی مشن کا حصہ بنتی تھیں۔[5]

اس دور کی تہذیبی اہمیت کا ایک اور پہلو اس کی سماجی زندگی کی وہ چہل پہل ہے جو مذہبی تہواروں اور عوامی تقریبات میں نظر آتی تھی۔ فاطمی خلفاء عیدین، میلاد النبیؐ، نوروز اور دیگر مواقع پر شاندار جشن کا اہتمام کرتے تھے، جن میں پورے شہر کو سجایا جاتا اور عوام میں تحائف تقسیم کیے جاتے۔ ان تقریبات کی منصوبہ بندی اور انتظام میں شاہی خواتین کا مشورہ اور ذوق شامل ہوتا تھا۔ وہ پردے کے پیچھے رہ کر بھی ان تہواروں کی رونق بڑھانے میں اپنا کردار ادا کرتیں۔ یہ خواتین اپنے ذاتی مال سے غریبوں میں خیرات کی تقسیم اور لنگر خانے چلانے کا اہتمام کرتیں، جس سے ان کی سماجی مقبولیت میں اضافہ ہوتا۔ قاہرہ کے بازاروں کی رونق اور معاشی سرگرمیوں میں بھی خواتین کی شراکت داری کے شواہد ملتے ہیں۔[6]

الغرض فاطمی عہد کی تہذیب صرف عمارتوں یا کتابوں تک محدود نہیں تھی بلکہ یہ ایک زندہ تہذیب تھی جس نے انسانی زندگی کے ہر پہلو، چاہے وہ علم ہو، فن ہو یا سماجی بہبود، اس میں گہرے نقوش چھوڑے۔ اس تہذیبی ماحول نے خواتین کو وہ اعتماد بخشا جس کی بنیاد پر وہ آگے چل کر سیاسی میدان میں بھی اپنا لوہا منوانے میں کامیاب ہوئیں۔ خواتین کی سرپرستی میں بننے والی عمارتیں، ادارے اور ان کی طرف سے چلائے جانے والے فلاحی منصوبے، اس دور کی خوشحالی اور روشن خیالی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ فاطمیوں نے جو سماجی ڈھانچہ تشکیل دیا، اس میں خواتین کو ایک باوقار مقام حاصل تھا، جس کی مثال اس دور کی دیگر سلطنتوں میں ملنا مشکل ہے۔[7]

---

[5] Heinz Halm, The Fatimids and their Traditions of Learning (London: I.B. Tauris, 1997), 45.

[6] یوسف ابن تغری بردی، **النجوم الزاهرة فی ملوک مصر والقاهرة** (قاہرہ: دار الکتب المصریہ، 1963ء)، 4:188۔

[7] Paula Sanders, Ritual, Politics, and the City in Fatimid Cairo (Albany: SUNY Press, 1994), 85.

عہدِ فاطمی کی نامور خواتین اور ان کا سیاسی و سماجی مرتبہ

فاطمی تاریخ کا مطالعہ کریں تو چند ایسی خواتین کے نام ابھر کر سامنے آتے ہیں جن کا سیاسی اور سماجی مرتبہ کسی بھی مرد حکمران سے کم نہیں تھا۔ ان خواتین میں سب سے پہلا اور سب سے اہم نام "ست الملک" کا ہے، جو خلیفہ العزیز باللہ کی بیٹی اور خلیفہ الحاکم بامر اللہ کی بہن تھیں۔ ست الملک کی ذہانت، سیاسی بصیرت اور انتظامی صلاحیتوں کا اعتراف تمام مورخین نے کیا ہے۔ وہ ایک ایسی خاتون تھیں جو ریاست کے پیچیدہ ترین مسائل کو سمجھنے اور حل کرنے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔ الحاکم کے دور میں جب ریاست بحرانوں کا شکار ہوئی اور خلیفہ کے غیر متوقع فیصلوں نے عوام اور امراء میں بے چینی پیدا کی، تو ست الملک نے پردے کے پیچھے سے معاملات کو سنبھالا۔ ان کا مرتبہ اتنا بلند تھا کہ بڑے بڑے امراء اور وزراء ان کے سامنے سر جھکاتے تھے اور مشکل وقت میں ان سے رہنمائی طلب کرتے تھے۔[8]

الحاکم کے پراسرار طور پر غائب ہونے کے بعد، ست الملک نے جو سیاسی بصیرت دکھائی وہ بے مثال تھی۔ انہوں نے فوری طور پر اپنے بھتیجے الظاہر کو تخت پر بٹھایا اور خود بطور نائب السلطنت ریاست کی باگ ڈور سنبھالی۔ انہوں نے سب سے پہلے ان وزراء اور امراء کو راستے سے ہٹایا جو ریاست کے لیے خطرہ بن سکتے تھے اور پھر ریاست میں پھیلی بدامنی کو ختم کیا۔ انہوں نے خزانے کو مستحکم کیا، فوج کو منظم کیا اور ایسے وزراء کا تقرر کیا جو ریاست کے وفادار تھے۔ ان کا سیاسی مرتبہ اتنا بلند تھا کہ ان کے حکم کو خلیفہ کے حکم کے برابر درجہ دیا جاتا تھا اور ان کی مہر سرکاری دستاویزات پر ثبت ہوتی تھی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ ست الملک نے چار سال تک عملاً مصر پر حکمرانی کی اور اس دوران ریاست کو دوبارہ استحکام بخشا۔[9]

دوسری اہم ترین خاتون "رصد" تھیں، جو خلیفہ المستنصر باللہ کی والدہ تھیں۔ رصد کا تعلق سوڈان سے تھا اور وہ اصل میں ایک کنیز تھیں، لیکن اپنے بیٹے کے خلیفہ بننے کے بعد انہوں نے جو طاقت اور اختیار حاصل کیا، وہ حیران کن تھا۔ المستنصر باللہ چونکہ محض سات سال کی عمر میں تخت نشین ہوئے تھے، اس لیے عملی طور پر حکومت کی تمام تر طاقت رصد کے ہاتھ میں آگئی۔ انہوں نے اپنی طاقت کو مستحکم کرنے کے لیے فوج میں سوڈانی دستوں کی بھرپور حمایت کی اور انہیں اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا۔ رصد کا سیاسی اثر و رسوخ اتنا بڑھ گیا تھا کہ وزراء کا تقرر اور برطرفی ان کی مرضی کے بغیر ممکن نہیں تھی۔ انہوں نے ایک متوازی حکومت قائم کر رکھی تھی اور ان کے پاس اپنا ذاتی خزانہ اور دیوان (دفتر) تھا۔ ان کا سماجی مرتبہ اس قدر بلند تھا کہ غیر ملکی سفراء

---

[8] حمزہ بن اسد ابن القلانسی، **ذیل تاریخ دمشق**، تحقیق۔ ایچ ایف امڈروز (بیروت: مطبعہ الآباء الیسوعیین، 1908ء)، 72۔

[9] Yaacov Lev, State and Society in Fatimid Egypt (Leiden: Brill, 1991), 35.

اور حکمران براہِ راست ان سے رابطہ کرتے اور تحائف بھیجتے۔ ان کے دور میں وزراء کی تبدیلی روز کا معمول بن گئی تھی، جس نے اگرچہ ریاست کو کمزور کیا، لیکن یہ ان کی بے پناہ طاقت کا ثبوت بھی تھا۔[10]

تیسرا اہم نام "ملکہ اروٰی الصلیحی" کا ہے، جو اگرچہ یمن میں تھیں لیکن فاطمی خلافت کے ساتھ ان کا گہرا سیاسی اور مذہبی تعلق تھا۔ فاطمی خلفاء نے انہیں باقاعدہ طور پر "حجہ" کا مذہبی رتبہ دیا تھا، جو اسماعیلی دعوت کے نظام میں انتہائی اعلیٰ مقام تھا اور اس سے پہلے کسی خاتون کو نہیں دیا گیا تھا۔ ملکہ اروٰی نے یمن میں فاطمی دعوت کو فروغ دیا اور وہاں ایک خودمختار حکمران کی حیثیت سے حکومت کی۔ ان کا مرتبہ اتنا بلند تھا کہ قاہرہ کے خلفاء ان سے مشاورت کرتے، انہیں سیاسی اور مذہبی معاملات میں ہدایات بھیجتے اور ان کی رائے کا احترام کرتے۔ خلیفہ المستنصر باللہ اور ان کے بعد کے خلفاء نے ملکہ اروٰی کو یمن میں فاطمی دعوت کا سربراہ مقرر کیا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ فاطمی نظام میں عورت کو اعلیٰ ترین مذہبی منصب پر فائز کیا جاسکتا تھا۔[11]

اسی طرح "السیدہ العزیزیہ" (خلیفہ العزیز کی بیوی) کا نام بھی اہم ہے، جو مسیحی مذہب سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کے سیاسی اثر و رسوخ کی وجہ سے ان کے بھائیوں کو عیسائی کلیسا میں اعلیٰ عہدے ملے اور فاطمی ریاست میں عیسائیوں کے ساتھ رواداری کا برتاؤ کیا گیا۔ ان کی بیٹی ست الملک کی تربیت میں ان کا بڑا ہاتھ تھا۔ یہ خواتین اس بات کا ثبوت ہیں کہ فاطمی دور میں خواتین کو صرف حرم تک محدود نہیں رکھا جاتا تھا بلکہ انہیں اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا بھرپور موقع ملتا تھا۔ ان کے علاوہ بھی کئی شہزادیاں اور بیگمات تھیں جنہوں نے سماجی میدان میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ مثلاً خلیفہ الظاہر کی بیٹی اور دیگر شہزادیوں نے اپنی ذاتی دولت سے مساجد، رباط (سرائے) اور مدارس تعمیر کروائے۔ ان خواتین کے پاس اپنی ذاتی جاگیریں اور دولت ہوتی تھی جسے وہ اپنی مرضی سے خرچ کر سکتی تھیں۔[12]

سماجی طور پر ان خواتین کا مرتبہ بہت بلند تھا اور عوام میں انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ان کے نام سے منسوب عمارتیں اور وقف کی گئی جائیدادیں آج بھی ان کی سماجی خدمات کی گواہی دیتی ہیں۔ یہ خواتین اپنے ذاتی مال سے حاجت مندوں کی مدد کرتیں، یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کرتیں اور قحط یا وبا کے دنوں میں لنگر خانے کھول دیتیں۔ الغرض، فاطمی دور کی یہ خواتین سیاسی جوڑ توڑ سے لے کر عوامی فلاح و بہبود تک ہر میدان میں پیش پیش رہیں۔ ان کا یہ سیاسی و سماجی مرتبہ اس بات کی دلیل ہے

---

[10] عبد المنعم ماجد، **السجلات المستنصرية** (قاہرہ: دار الفکر العربی، 1954ء)، 115-118۔

[11] شمس الدین ابن خلکان، وفیات الاعیان، تحقیق۔ احسان عباس (بیروت: دار صادر، 1977ء)، 5:229۔

[12] Taef El-Azhari, Queens, Eunuchs and Concubines in Islamic History (Edinburgh: Edinburgh University Press, 2019), 199.

کہ فاطمی معاشرہ خواتین کی صلاحیتوں کو تسلیم کرتا تھا اور انہیں ملکی معاملات میں شریک کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا تھا۔[13]

فاطمی خلفاء کی سیاسی و سماجی امور میں خواتین سے مشاورت

فاطمی دورِ حکومت میں مشاورت کا عمل ایک اہم ریاستی ستون تھا، اور حیرت انگیز طور پر اس عمل میں خواتین کو کلیدی حیثیت حاصل تھی۔ خلفاء اہم سیاسی اور انتظامی معاملات میں اپنی ماؤں، بیویوں اور بہنوں سے باقاعدہ مشورہ کرتے تھے۔ یہ مشاورت محض رسمی نہیں ہوتی تھی بلکہ اس کے نتائج ریاست کی پالیسیوں پر براہِ راست اثر انداز ہوتے تھے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ فاطمی دربار میں خواتین کی رائے کو اتنی اہمیت کیوں دی جاتی تھی؟ اس کی ایک وجہ ان کا خاندانی پس منظر اور دوسری وجہ ان کی اعلیٰ تعلیم و تربیت تھی۔ ست الملک کی مثال ہمارے سامنے ہے، جنھوں نے اپنے بھائی الحاکم بامر اللہ کے دور میں پیدا ہونے والے سیاسی بحرانوں کو حل کرنے کے لیے اہم مشورے دیے۔ تاریخی شواہد بتاتے ہیں کہ جب الحاکم کے سخت فیصلوں کی وجہ سے ریاست میں بے چینی پھیلی تو ست الملک نے انہیں اعتدال کا راستہ اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ اگرچہ الحاکم نے ہمیشہ ان کی بات نہیں مانی، لیکن ریاستی امراء اور وزراء اکثر ست الملک کے پاس آتے اور ان سے درخواست کرتے کہ وہ خلیفہ کو سمجھائیں یا معاملات کو سلجھانے میں اپنا اثر ورسوخ استعمال کریں۔ خلیفہ کے غائب ہونے کے بعد، ست الملک نے امراء کے ساتھ مل کر جو مشاورت کی اور اقتدار کی منتقلی کا جو منصوبہ بنایا، وہ ان کی سیاسی بصیرت اور مشاورتی عمل میں ان کی مرکزی حیثیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔[14]

خلیفہ المستنصر باللہ کے دور میں، ان کی والدہ رصد سے مشاورت کا عمل ریاستی امور کا لازمی حصہ بن چکا تھا۔ رصد نہ صرف وزراء کے تقرر میں مشورہ دیتیں بلکہ خارجہ پالیسی اور فوجی مہمات کے فیصلوں میں بھی ان کی رائے کو اہمیت دی جاتی۔ انہوں نے اپنے حامی وزراء اور مشیروں کا ایک گروہ بنا رکھا تھا جن کے ذریعے وہ ریاست کا نظام چلاتی تھیں۔ یہ مشاورت اکثر خفیہ انداز میں ہوتی تھی، جہاں خلیفہ اور ان کی والدہ کے درمیان پیغامات کا تبادلہ ہوتا۔ تاریخی دستاویزات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ یمن کی ملکہ اروىٰ اور دیگر حکمرانوں کے ساتھ براہِ راست خط وکتابت کرتی تھیں، جو ایک طرح کی سفارتی مشاورت تھی۔ ان خطوط میں سیاسی اتحاد، اسماعیلی دعوت کے فروغ اور تجارتی تعلقات جیسے موضوعات پر تبادلہ خیال ہوتا تھا۔ خلیفہ المستنصر اکثر اپنی والدہ کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے ایسے فیصلے کرتے تھے جو بعض اوقات ریاست کے لیے نقصان دہ بھی ثابت ہوئے، جیسے کہ

[13] تقی الدین احمد المقریزی، **المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار** (لندن: مؤسسۃ الفرقان للتراث الاسلامی، 2002ء)، 4:127۔

[14] احمد بن علی القلقشندی، **صبح الاعشیٰ فی صناعۃ الانشاء** (قاہرہ: المطبعہ الامیریہ، 1913ء)، 3: 481۔

سوڈانی فوجیوں کی بے جا حمایت، جس نے ترک فوجیوں کو ناراض کر دیا اور خانہ جنگی کی صورتحال پیدا ہو گئی۔ تاہم، یہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ خلیفہ کے نزدیک ان کی والدہ کی رائے حرفِ آخر کا درجہ رکھتی تھی۔[15]

سماجی امور میں بھی خواتین سے مشاورت کا عمل جاری رہتا تھا۔ مذہبی تہواروں کے انعقاد، خیراتی کاموں کی منصوبہ بندی، اور محلات کے انتظام و انصرام میں خواتین کی رائے حتمی سمجھی جاتی تھی۔ خلفاء اکثر اپنی بیویوں اور ماؤں سے مشورہ کرتے تھے کہ کون سے سماجی منصوبے شروع کیے جائیں یا کن علاقوں میں امداد کی ضرورت ہے۔ مثلاً، قحط یا وبا کے دنوں میں شاہی خواتین نے اپنے مشوروں اور ذاتی دولت سے لنگر خانے کھولے اور عوام کی مدد کی۔ ان مشوروں کی بدولت ریاست کو عوامی سطح پر مقبولیت حاصل ہوتی اور خلفاء کا امیج بہتر ہوتا۔ اس کے علاوہ، شادی بیاہ کے ذریعے سیاسی اتحاد قائم کرنے میں بھی خواتین کا مشورہ کلیدی ہوتا تھا۔ کس قبیلے یا ریاست کے ساتھ رشتہ جوڑنا ہے اور کس شہزادی کی شادی کس سے کرنی ہے، یہ فیصلے خواتین کی مرضی اور مشاورت کے بغیر نہیں کیے جاتے تھے۔ مثلاً، وزیر بدر الجمالی نے اپنی بیٹی کی شادی خلیفہ المستعلی سے کرنے سے پہلے محل کی بااثر خواتین سے مشاورت کی تاکہ اس اتحاد کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا جا سکے۔[16]

فاطمی خلفاء کی خواتین سے مشاورت کا ایک اور پہلو "اسماعیلی دعوت" کی تنظیم تھی۔ اسماعیلی عقائد کے مطابق امام کے گھرانے کی خواتین بھی علم اور حکمت کا سرچشمہ سمجھی جاتی تھیں۔ اس لیے داعیوں کی تعیناتی اور تبلیغی سرگرمیوں کے بارے میں بھی ان سے رائے لی جاتی تھی۔ ملکہ اروىٰ کو یمن میں دعوت کا سربراہ بنانا اور ان پر اعتماد کرنا اسی مشاورتی عمل کا حصہ تھا۔ خلفاء جانتے تھے کہ خواتین بعض اوقات ان پہلوؤں کو دیکھ سکتی ہیں جو مردوں کی نظروں سے اوجھل رہتے ہیں، خاص طور پر جذباتی ذہانت اور خاندانی تعلقات کے معاملات میں۔ خواتین کی یہ مشاورت صرف زبانی کلامی نہیں ہوتی تھی بلکہ اس کے لیے باقاعدہ نیٹ ورک استعمال ہوتا تھا، جس میں خواجہ سرا اور کنیزیں پیغام رسانی کا کام کرتی تھیں۔ اس لیے، دربار میں خواتین کا اثر و رسوخ صرف ان کی ذاتی حیثیت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس کے پیچھے ایک منظم مشاورتی سوچ کارفرما تھی جس نے فاطمی ریاست کو طویل عرصے تک قائم رکھنے میں مدد دی۔[17]

[15] تاج الدین ابن الساعی، **نساء الخلفاء**، تحقیق۔ مصطفیٰ جواد (مصر: دار المعارف، 1993ء)، 85۔

[16] Paul E. Walker, Exploring an Islamic Empire: Fatimid History and its Sources, (London: I.B. Tauris, 2002), 50.

[17] Jonathan P. Berkey, The Transmission of Knowledge in Medieval Cairo, (Princeton: Princeton University Press, 1992),150.

اس کے علاوہ، فاطمی دور میں "مجالس الحکمہ" میں خواتین کی شمولیت بھی مشاورت کی ایک شکل تھی۔ ان مجالس میں خواتین کو بھی سوال پوچھنے اور اپنی رائے کا اظہار کرنے کا موقع دیا جاتا تھا۔ یہ عمل ظاہر کرتا ہے کہ فاطمی معاشرے میں خواتین کی ذہنی صلاحیتوں کا اعتراف کیا جاتا تھا اور انہیں صرف گھریلو امور تک محدود نہیں رکھا جاتا تھا۔ خلفاء اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو اعلیٰ تعلیم دلواتے تھے تاکہ وہ مستقبل میں مشاورتی کردار ادا کر سکیں۔ ست الملک کی پرورش اور تربیت اسی اصول کے تحت ہوئی تھی، جس نے انہیں ریاست کا سب سے بااثر مشیر بنا دیا۔ ان تمام شواہد سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ فاطمی دور میں خواتین سے مشاورت حکمرانی کا ایک اہم جزو تھی، جس نے ریاست کے عروج و زوال میں اہم کردار ادا کیا۔[18]

عہدِ فاطمی میں خواتین سے مشاورت کے اثرات

فاطمی دور میں خواتین سے کی جانے والی مشاورت کے اثرات ریاست اور معاشرے پر گہرے اور دور رس مرتب ہوئے۔ ان اثرات کو مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلا اور نمایاں اثر "سیاسی استحکام" کی صورت میں نظر آیا، خاص طور پر ان ادوار میں جب خلفاء کم عمر یا کمزور تھے۔ ست الملک کی دانشمندانہ مشاورت اور بعد ازاں ان کی حکمرانی نے ریاست کو ٹوٹنے سے بچایا۔ انہوں نے الحاکم کے بعد پیدا ہونے والے خلا کو مکمل کیا اور اقتدار کی پر امن منتقلی کو یقینی بنایا۔ اگر وہ اس نازک موڑ پر اپنے سیاسی شعور اور مشاورتی صلاحیتوں کا استعمال نہ کرتیں تو شاید فاطمی سلطنت اسی وقت بکھر جاتی۔ ان کے فیصلوں نے انتظامیہ میں نظم و ضبط قائم کیا، فوج میں بغاوت کے امکانات کو ختم کیا اور ریاست کو بحال کیا۔ ان کا دور حکومت اور مشاورت تاریخ میں اس بات کی دلیل ہے کہ خواتین بحرانی حالات میں بہترین منتظم ثابت ہو سکتی ہیں۔[19]

اسی طرح ملکہ اروىٰ کے ساتھ مشاورت اور تعاون نے یمن کو فاطمی ریاست کا ایک وفادار حلیف بنائے رکھا۔ یمن فاطمیوں کے لیے عسکری لحاظ سے بہت اہم تھا اور ملکہ اروىٰ کی وفاداری نے بحیرہ احمر کی تجارت پر فاطمی کنٹرول کو مضبوط کیا۔ یہ خواتین کی سیاسی بصیرت کا ہی نتیجہ تھا کہ فاطمی سلطنت اپنے جغرافیائی حدود سے باہر بھی اپنا اثر و رسوخ قائم رکھ سکی۔ اسماعیلی دعوت کا سلسلہ جو ان خواتین کی سرپرستی میں چلا، اس نے فاطمی نظریات کو دور دراز علاقوں تک پہنچایا۔ خواتین کے مشوروں سے جو

---

[18] تاج الدین ابن میسر، **المنتقى من اخبار مصر**، تحقیق۔ ایمن فواد سید (قاہرہ: المعهد العلمی الفرنسی للآثار الشرقیة، 1981ء) 59۔

[19] Samer Traboulsi, The Sulayhids of Yemen: Their History and the Queen of Sheba, (London: I.B. Tauris, 2002), 95.

داعی مقرر کیے گئے، انہوں نے ہندوستان اور دیگر علاقوں میں اسماعیلی جماعتیں قائم کیں جو آج بھی موجود ہیں۔ یہ سب ان خواتین کی دور اندیشی اور درست مشاورت کا نتیجہ تھا۔[20]

دوسرا اہم اثر "تہذیبی اور سماجی ترقی" پر پڑا۔ خواتین کے مشوروں سے شروع ہونے والے فلاحی منصوبوں، مساجد کی تعمیر، اور تعلیمی اداروں کے قیام نے قاہرہ کو عالمِ اسلام کا تہذیبی مرکز بنا دیا۔ ان خواتین کی سرپرستی اور مشاورت کی وجہ سے فنونِ لطیفہ، معماری اور ٹیکسٹائل کی صنعت کو فروغ ملا۔ انہوں نے جو دولت سماجی کاموں پر خرچ کی، اس نے عام لوگوں کی زندگی میں بہتری لائی۔ مثلاً، خشک سالی یا قحط کے دوران ان کے مشوروں سے شروع کیے گئے امدادی کاموں نے ہزاروں جانیں بچائیں۔ اس کے علاوہ، مذہبی رواداری کی پالیسیوں میں بھی خواتین کے مشوروں کا اثر نظر آتا ہے۔ السیدہ العزیزیہ جیسی خواتین کی وجہ سے عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا گیا، جس سے ریاست میں داخلی امن اور ہم آہنگی کو فروغ ملا اور مختلف مذہبی گروہوں نے مل کر ریاست کی ترقی میں حصہ لیا۔[21]

خواتین سے مشاورت کے اثرات ہمیشہ مثبت نہیں رہے۔ بعض اوقات ذاتی پسند وناپسند یا غلط مشوروں نے ریاست کو نقصان بھی پہنچایا۔ خلیفہ المستنصر کی والدہ، رصد کی مثال اس ضمن میں دی جاسکتی ہے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو جو مشورے دیے اور جس طرح فوج میں ایک خاص گروہ (سوڈانیوں) کی حمایت کی، اس سے فوج کے اندرونی اختلافات بھڑک اٹھے۔ ترک اور سوڈانی فوجیوں کے درمیان ہونے والی خانہ جنگی نے ریاست کو معاشی اور سیاسی طور پر کھوکھلا کر دیا۔ یہ وہ دور تھا جب "الشدة المستنصریہ" (عظیم قحط اور بحران) نے مصر کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا۔ وزراء کی بار بار تبدیلی بھی رصد کے مشوروں اور مداخلت کا نتیجہ تھی، جس سے انتظامی ڈھانچہ کمزور ہوا۔ یہ منفی اثرات ظاہر کرتے ہیں کہ جب مشاورتی عمل میں ذاتی مفادات یا گروہ بندی شامل ہو جائے تو اس کے نتائج تباہ کن بھی ہو سکتے ہیں۔[22]

لیکن اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو فاطمی خواتین کی مشاورت نے ریاست کو ایک نیا رنگ دیا اور ثابت کیا کہ ریاست کا نظام صرف مردوں کی اجارہ داری نہیں ہے۔ خواتین کی شمولیت نے محلاتی سازشوں کے باوجود فاطمی ثقافت کو ایک نرم اور مہذب

[20] S. D. Goitein, A Mediterranean Society: The Jewish Communities of the Arab World, (Berkeley: University of California Press, 1978), 3:320.

[21] ابراہیم حسن حسن، **تاریخ الدولة الفاطمية** (قاہرہ: مکتبہ النہضہ المصریہ، 1958ء)، 450۔

[22] Jonathan M. Bloom, Arts of the City Victorious (New Haven: Yale University Press, 2007), 120.

چہرہ عطا کیا۔ ان کی وجہ سے فنون لطیفہ، ادب اور تہذیب کو فروغ ملا۔ سیاسی اتار چڑھاؤ کے باوجود، فاطمی دور کی جو یادگاریں آج بھی باقی ہیں، ان میں سے بہت سی ان خواتین کے ذوق اور مشاورت کی مرہونِ منت ہیں۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ خواتین سے مشاورت نے فاطمی ریاست کو وہ تنوع اور گہرائی عطا کی جو اس دور کی دیگر ریاستوں میں مفقود تھی۔[23]

خلاصہ بحث

اس تمام تر بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ عہد فاطمی میں خواتین کی حیثیت روایتی تصورات سے یکسر مختلف تھی۔ اس دور میں خواتین، خصوصاً شاہی خاندان کی خواتین، سیاسی تنہائی کا شکار نہیں تھیں بلکہ وہ اقتدار کے ایوانوں میں ایک مؤثر قوت کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ست الملک، رصد اور ملکہ اروىٰ جیسی شخصیات نے ثابت کیا کہ اگر مواقع فراہم کیے جائیں تو خواتین ریاست کی سربراہی، سفارت کاری اور بحرانوں کے انتظام میں مردوں کے شانہ بشانہ بلکہ بعض اوقات ان سے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر سکتی ہیں۔ ان خواتین سے کی گئی مشاورت نے جہاں ریاست کو استحکام بخشا اور تہذیبی ترقی میں کردار ادا کیا، وہیں بعض غلط فیصلوں نے نظام کی کمزوریوں کو بھی اجاگر کیا۔ ان کی سرپرستی میں علم و ادب اور فنونِ لطیفہ نے نئی بلندیوں کو چھوا اور سماجی بہبود کے کاموں نے عوام کی زندگیوں میں بہتری لائی۔ یہ بات طے ہے کہ فاطمی تاریخ کا کوئی بھی باب ان خواتین کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ ان کا کردار آج بھی ہمارے لیے ایک مشعل راہ ہے کہ معاشرتی اور سیاسی ترقی کے لیے خواتین کی شمولیت اور ان کی رائے کا احترام ناگزیر ہے۔

کتابیات

1. Ibn al-Athīr, ʿIzz al-Dīn, al-Kāmil fī al-Tārīkh, Beirut: Dār Ṣādir, 1965.
2. Ḥusayn, Muḥammad Kāmil, Adab Miṣr al-Fāṭimiyyah, Cairo: Manshūrāt Dār al-Fikr al-ʿArabī, 1970.
3. al-Maqrīzī, Taqī al-Dīn Aḥmad, Ittiʿāẓ al-Ḥunafāʾ bi-Akhbār al-Aʾimmah al-Fāṭimiyyīn al-Khulafāʾ, ed. Muḥammad Jamāl al-Dīn, Cairo: al-Majlis al-Aʿlā li-l-Shuʾūn al-Islāmiyyah, 1996.
4. Ibn Taghrībirdī, Yūsuf, al-Nujūm al-Zāhirah fī Mulūk Miṣr wa-l-Qāhirah, Cairo: Dār al-Kutub al-Miṣriyyah, 1963.
5. Ibn al-Qalānisī, Ḥamzah ibn Asad, Dhail Tārīkh Dimashq, ed. H. F. Amedroz, Beirut: Maṭbaʿat al-Ābāʾ al-Yasūʿiyyīn, 1908.
6. Mājid, ʿAbd al-Munʿim, al-Sijillāt al-Mustanṣiriyyah, Cairo: Dār al-Fikr al-ʿArabī, 1954.
7. Ibn Khallikān, Shams al-Dīn, Wafayāt al-Aʿyān, ed. Iḥsān ʿAbbās, Beirut: Dār Ṣādir, 1977.

[23] ابو بکر بن عبد اللہ الدواداری، **کنز الدرر وجامع الغرر** (قاہرہ: الموط المانی للاثار، 1961ء)، 6:314۔

8. al-Maqrīzī, Taqī al-Dīn Aḥmad, al-Mawāʿiẓ wa-l-Iʿtibār bi-Dhikr al-Khiṭaṭ wa-l-Āthār, vol. 2, London: Muʾassasat al-Furqān li-l-Turāth al-Islāmī, 2002.
9. al-Qalqashandī, Aḥmad ibn ʿAlī, Ṣubḥ al-Aʿshā fī Ṣināʿat al-Inshāʾ, vol. 3, Cairo: al-Maṭbaʿah al-Amīriyyah, 1913.
10. Ibn al-Sāʿī, Tāj al-Dīn, Nisāʾ al-Khulafāʾ, ed. Muṣṭafā Jawād, Egypt: Dār al-Maʿārif, 1993.
11. Ibn Mayzar, Tāj al-Dīn, al-Muttaqī min Akhbār Miṣr, ed. Ayman Fuʾād Sayyid, Cairo: al-Maʿhad al-ʿIlmī al-Faransī li-l-Āthār al-Sharqiyyah, 1981.
12. Ḥasan, Ibrāhīm Ḥasan, Tārīkh al-Dawlah al-Fāṭimiyyah, Cairo: Maktabat al-Nahḍah al-Miṣriyyah, 1958.
13. al-Dawādārī, Abū Bakr ibn ʿAbd Allāh, Kanz al-Durar wa Jāmiʿ al-Ghurar, vol. 6, Cairo: al-Mawkib al-Almānī li-l-Āthār, 1961.
14. Daftary, Farhad, The Isma'ilis: Their History and Doctrines, 2nd ed., Cambridge: Cambridge University Press, 2007.
15. Halm, Heinz, The Fatimids and their Traditions of Learning, London: I.B. Tauris, 1997.
16. Sanders, Paula, Ritual, Politics, and the City in Fatimid Cairo, Albany: SUNY Press, 1994.
17. Lev, Yaacov, State and Society in Fatimid Egypt, Leiden: Brill, 1991.
18. El-Azhari, Taef, Queens, Eunuchs and Concubines in Islamic History, Edinburgh: Edinburgh University Press, 2019.
19. Walker, Paul E., Exploring an Islamic Empire: Fatimid History and its Sources, London: I.B. Tauris, 2002.
20. Berkey, Jonathan P., The Transmission of Knowledge in Medieval Cairo, Princeton: Princeton University Press, 1992.
21. Traboulsi, Samer, The Sulayhids of Yemen: Their History and the Queen of Sheba, London: I.B. Tauris, 2002.
22. Goitein, S. D., A Mediterranean Society: The Jewish Communities of the Arab World, Berkeley: University of California Press, 1978.
23. Bloom, Jonathan M., Arts of the City Victorious, New Haven: Yale University Press, 2007.